قازقوں کے جانور (اونٹ) چھیننے کی کوشش نے لشکر کوچک کے عوام میں اس کے خلاف پہلے سے موجود نفرت کے جذبات کو مسلح بغاوت میں بدل دیا۔ ارسلان کے لئے کوتیبار کی قیادت میں عوامی بغاوت کا مقابلہ کرنا انتہائی مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ ۱۸۵۶ء تک کوتیبار نے ارسلان کے کیمپ اور روسی تجارتی کاروانوں پر شب خون اور گوریلا حملے جاری رکھے۔ ۱۸۵۷ء میں اورنبرگ کے روسی گورنر جنرل نے کوتیبار کی بغاوت پر قابو پانے کے لیے توپوں اور رائفلوں سے مسلح ایک بڑی فوجی مہم روانہ کی۔ ترکی اور خیوا کی طرف سے کسی قسم کی مدد کی عدم فراہمی کی بدولت کوتیبار کے لئے تلواروں اور نیزوں سے مسلح گوریلا جنگجوؤں کی مدد سے توپوں اور دیگر آتشیں اسلحہ سے مسلح برتر روسی فوج کا مقابلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ چنانچہ ۱۸۵۸ء میں کوتیبار کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا گیا[۱۶۷]۔

سیر دریا کے زیریں علاقوں میں مقیم لشکر کوچک کے قبائل نے جان خوجہ نور محمد اولی کی قیادت میں اس وقت روسیوں کے خلاف بغاوت برپا کر دی جب انہوں (روسیوں) نے اپنی قلعہ بندیوں میں توسیع کے لئے اس علاقے سے قازقوں کو زبردستی نکالنا شروع کر دیا۔ روسی ''سیر دریا قلعہ بند سلسلے'' (Syr Darya line) کی تعمیر مکمل کر کے اس علاقے میں روسی کوسکوں کو آباد کرنا چاہتے تھے۔ روسیوں نے قازقوں کو اس علاقے سے نکالنے کے بدلے میں انہیں نئے علاقے الاٹ کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ جان خوجہ نور محمد اولی کی قیادت میں اس علاقے میں مقیم لشکر کوچک کے چھ قبائل نے ۱۸۵۶ء میں علم بغاوت بلند کیا۔ ۱۸۵۷ء میں باغیوں کو اسد کوتیبار کے باغیوں کی طرف سے مدد کی فراہمی بھی شروع ہو گئی۔ ۱۸۵۸ء میں اسد کوتیبار کی بغاوت پر قابو پانے کے بعد جان خوجہ نور محمد ہر قسم کی بیرونی امداد سے مایوس ہو گیا۔ اور آخر کار روسی اسے مغلوب کرنے میں کامیاب ہو گئے[۱۶۸]۔

زارینہ کیتھرین کی طرف سے تاتاریوں کے ذریعہ قازقوں میں اسلام کی اشاعت: حقیقت یا افسانہ؟

یہ ہے قازقوں کی طرف سے ''برضا و رغبت برتر روسی تہذیب کے زیر سایہ آنے'' کی داستان! جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے روسیوں نے قازقوں کی ان تمام بغاوتوں کی ''قازق مسلم بمقابلہ مسیحی روس'' حیثیت کا انکار کرتے ہوئے انہیں ''پرولتاریوں کی بورژوا طبقے کے خلاف بغاوت'' کا نام دیا ہے۔ جو حقائق کو مسخ کرنے کی منظم کوشش کے مترادف ہے۔ روسیوں کی طرف سے یہ موقف اختیار کرنے کے بعد ضروری تھا کہ انہیں غیر مسلم اور غیر مہذب ظاہر

کیا جائے۔ چنانچہ زارینہ کیتھرین کی طرف سے قازقوں کو تہذیب سکھانے کے لئے ان کے علاقوں میں تاتاروں کو بھیجنے کی داستان کا تجزیہ کرتے وقت ان حقائق کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ دراصل تاتاروں کو قازق علاقوں میں قازقوں کی طرف سے اسلام قبول کرنے کی حوصلہ افزائی کے لئے نہیں بھیجا گیا تھا۔ بلکہ قازق علاقوں میں ان کی نقل مکانی کی حوصلہ افزائی کی وجوہات یکسر مختلف تھیں۔ روسی قازقوں کو روسی تہذیب میں رنگنا چاہتے تھے۔ روسیوں سے ان کی زبردست نفرت کی بناپر روسیوں سے یہ کام نہیں لیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ روسیوں نے اس کام کے لئے ان کے ہم مذہب تاتاروں کو استعمال کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ خود مسلم تاتاروں کو قازق علاقوں میں انہیں تہذیب سکھانے کے لئے بھیجنے کا عمل اس بات کی تائید کے لئے کافی ہے کہ روسی پیش قدمی کے وقت قازق نہ صرف مسلمان تھے بلکہ ایسے مسلمان تھے جو غیر مسلم / مسیحی روسیوں کی بالادستی کسی بھی صورت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ ان کے اسلام کی اسی مضبوطی (firmness) کی وجہ سے روسیوں نے ان پر براہ راست اپنا اقتدار قائم کرنے کی کوششوں کو کارلاحاصل سمجھتے ہوئے صدیوں سے روسی غلامی میں آئے ہوئے اور روسی تہذیب و ثقافت میں رنگے ہوئے (مگر) مسلمان تاتاروں کے ذریعے انہیں روس اور روسی تہذیب سے قریب لانے کی مکارانہ چال پر عمل کرنا مناسب سمجھا۔ ''تاتاریوں کو غلام بنے چونکہ اڑھائی تین صدیاں ہو چکی تھیں اس لئے دوسرے علاقوں [بشمول قازقستان] میں روسیوں نے ان سے علم و دانش کے میدان میں ہراول دستے کا کام لیا۔ انہیں اعلیٰ تعلیم کی مراعات اور سہولتیں دیں۔ مقبوضہ مسلمان علاقوں میں جہاں کہیں اساتذہ کی ضرورت ہوتی پہلے پہل قازان ہی سے بھیجے جاتے، پھر کریمیا کے تاتاریوں سے بھی کام لیا جانے لگا''[۱۶۹]۔

''جاہل اور گنوار'' خانہ بدوش قازق قبائل کو بھی روسی غلامی پر آمادہ کرنے لئے ''روسی علم و دانش'' کی ضرورت تھی چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے تاتاریوں کو استعمال کیا گیا۔ قازقوں کے معاملے میں روسیوں کے لئے ایک اور دردِ سر ان کا خانہ بدوش طرز زندگی تھا۔ قازقوں کی خانہ بدوشی کی بدولت نہ صرف روسی تجارتی کاروانوں کو ہر وقت ہر جگہ ان کے حملوں سے خطرہ رہتا تھا بلکہ انہیں روسی انتظامی مشینری کے تابع کرنے میں زبردست مشکلات پیش آرہی تھیں۔ چنانچہ روسی ہمیشہ سے قازقوں کو مستقل آبادیوں میں قیام پر آمادہ کرنے کی منصوبہ بندیوں میں مصروف رہے۔ جب روسیوں کے سارے حربے ناکام ثابت ہوئے تو انہوں نے اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے بھی (قازقوں کی اسلام سے محبت کے پیش نظر) مذہب کا سہارا لینا مناسب سمجھا۔ چنانچہ تاتاریوں کو مسجدوں اور دینی مدارس کی تعمیر کا فریضہ

سونپا گیا، تاکہ قازق ان مساجد اور مدارس کی عمارتوں کے ارد گرد اپنی مستقل آبادیاں بسالیں اور اس طرح انہیں مذہب کے نام پر خانہ بدوشی کی زندگی ترک کرنے پر آمادہ کیا جاسکے۔ روسیوں کی (یابالخصوص زارینہ کیتھرین کی) اسلام سے ہمدردی یا اسے تہذیبی قوت (civiliz-ing force) تسلیم کرنے کا اس عمل میں کوئی دخل نہیں تھا۔ زارینہ کیتھرین کی طرف سے مسلمان مقبوضہ علاقوں میں روسی اثر و نفوذ حاصل کرنے کے لئے اسلام کو استعمال کرنے کی تدبیراتی چالوں کو بالعموم مغربی مورخین نے کیتھرین کے اسلام کے بارے میں نرم رویہ سے تعبیر کیا ہے جو سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔ زارینہ کیتھرین کے اصل مقاصد کیا تھے؟ زارینہ کیتھرین کے خیال میں ''مشرق میں روس کے توسیعی منصوبوں کی کامیابی کے لیے وقتی طور پر مسلمانوں کے خلاف ظلم و جبر کا خاتمہ ضروری تھا۔ [زارینہ کیتھرین کے مطابق] تاتار تاجر ہی وسطی ایشیا کے خانیتوں اور قازقستان کے سٹیپ کے علاقوں کے ساتھ روسی تجارت کو پروان چڑھا سکتے تھے۔ ۱۷۶۳ء اور ۱۷۶۷ء میں کیتھرین کی طرف سے جاری کردہ قوانین کیتھرین کی اسی پالیسی کے آئینہ دار تھے۔ تاتاروں کو تجارتی سرگرمیاں شروع کرنے اور کاروباری اداروں کے قیام کی اجازت دی گئی۔ نتیجتاً بہت سارے تاتار قازقستان کے سٹیپ کے علاقوں میں نقل مکانی کر کے چلے گئے۔ جہاں انہوں نے وسطی ایشیا کے ساتھ تجارت کی غرض سے تجارتی منڈیاں (commercial out posts) قائم کیں اور مسلم آبادیاں (settlements) بسائیں''۱۷۰۔

خود قازقوں کے معاملے میں جب تاتاریوں کے ہاتھوں مسجدوں اور مدارس کی تعمیر کی حوصلہ افزائی کے نتائج روسیوں کے نقطہ نظر سے منفی (counter productive) نکلے تو انہوں نے نہ صرف قازق علاقوں میں تاتار اثر و نفوذ کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں بلکہ قازقوں کو مسیحی بنانے کے لئے عیسائی مبلغین کی علاقہ میں آمد کی حوصلہ افزائی کرنا شروع کر دی۔ چنانچہ ''[انیسویں] صدی کے وسط میں سرکاری (روسی) پالیسی بدل دی گئی، مسجدوں کی تعمیر خصوصی سرکاری اجازت سے مشروط کر دی گئی، اماموں کی تعداد میں زبردست کمی کی گئی اور مسیحی مشنری سرگرمیاں بہت زیادہ بڑھا دی گئیں''۱۷۱۔ روسیوں نے تاتاریوں کے زیر اثر قازقوں میں نام نہاد احیاء اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے متعدد دیگر اقدامات بھی کیے۔ ''نئے استعماری حکمرانوں نے [سابقہ دینی مدارس کی جائے] سٹیپ کے علاقوں میں لادین سکولوں کا ایک جال بچھایا اور قازقوں پر مغربی تہذیب کے دروازے وا کیے''۱۷۲۔ ''...انیسویں صدی کے وسط میں روسیوں نے قازقوں کے اسلام قبول کرنے کے عمل کو

مثبت رجحان سمجھا ترک کر دیا اور وہ قازق رعایا کی زار شاہی روس سے وفاداری کے معاملہ میں اسلام کو حریف کے طور پر دیکھنے لگے۔ سٹیپ اور ترکستان سٹیٹیوٹ (Statutes) کے تحت قانون سازی کے ذریعے مسجدوں اور مذہبی مدارس کی تعمیر کے لئے سول انتظامیہ کی اجازت ضروری قرار دے دی گئی۔ جو عموماً اس قسم کی اجازت نہیں دیتے تھے "[۱۷۳]۔

قازق اسلام: تاریخی حقائق کی روشنی میں

در حقیقت قازقستان میں اسلام پہلی اور دوسری صدی ہجری میں پہنچ چکا تھا۔ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں قازقستان کے شہری علاقے مکمل طور پر دارالاسلام کا حصہ بن چکے تھے۔ "قازقستان کے شہری اور نیم شہری علاقوں (قزل اوردہ، ژمبول اور چمکنت کے علاقوں) میں اسلام نویں صدی عیسوی میں نفوذ حاصل کر چکا تھا۔ آج یہ علاقے قازقستان کے سب سے زیادہ مذہبی [اثر ورسوخ والے] علاقے ہیں"[۱۷۴]۔ اگرچہ بنگسن اور ایس. ویمبوش نے قازقستان کے مغربی، وسطی اور شمالی علاقوں میں اسلام کی آمد کو تیرھویں صدی کے ربع اول کا واقعہ قرار دیا ہے[۱۷۵]، تاہم دیگر شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آٹھویں صدی میں شہری علاقوں میں اسلام کی آمد کے بعد قازقستان کے خانہ بدوش ترک قبائل نے دسویں صدی عیسوی تک اسلام قبول کر لیا تھا۔ "بلخ کے قازق قبائل[۱۷۶] نے دسویں صدی عیسوی میں اسلام قبول کیا"[۱۷۷]۔ اس سے قبل سامانی حکمران اسمٰعیل نے ۸۹۳ء میں قازقستان کے طالاس (یا تالاس) شہر میں ایک کامیاب مہم کے نتیجے میں "شہر کے بڑے عبادت خانے کو مسجد میں تبدیل کر دیا تھا"[۱۷۸]۔ ظاہر ہے مسجد کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہو گی کہ مقامی آبادی نے اسلام قبول کر لیا ہو گا۔ دسویں صدی عیسوی ہی میں ترگیش خاقانیہ اور ان کے بعد ویغوروں کے پس منظر میں چلے جانے کے بعد قارلوق ترکوں کے قرہ خانی خاندان نے قازق علاقوں میں اپنی مملکت قائم کی۔ قارلوق ترک قازقوں کے آباؤاجداد شمار کئے جاتے ہیں۔ آج کی قازق قوم کے ترک قبائل میں بھی قارلوق ترک قبیلے کو اہم مقام حاصل ہے۔ دسویں صدی کے وسط میں قرہ خانی حکمران تمغاچ خان[۱۷۹] نے اسلام قبول کیا۔ اور بتدریج اپنی رعایا کو اسلام قبول کرنے پر مائل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ابن الاثیر کے مطابق قرہ خانی حکمرانوں کے عہد میں سن ۹۶۰ء میں دو لاکھ خیموں میں مقیم ترک [قارلوق] قبائل نے اسلام قبول کیا[۱۸۰]۔ اگر فی خیمہ اوسط آبادی تین افراد بھی فرض کر لی جائے تو بھی ابن الاثیر کی مذکورہ روایت کے مطابق ۹۶۰ء میں چھ لاکھ قازقوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔